پہلی قسط

# لباس اسلامی تہذیب کی روشنی میں

مولانا ولی اللہ

لباس اور سترِ پوشی انسانی فطرت اور تہذیب وشائستگی کی علامت ہی نہیں زندگی کی ایک ناگزیر ضرورت بھی ہے۔ لباس اولادآدم کی وہ خصوصیت ہے جس سے وہ دیگر حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے۔لباس شرم وحیا کے فطری تقاضوں کی تکمیل ہی نہیں تہذیب وتمدن کا ایک معیار بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ تخلیق انسانی کے ابتدائی دور ہی میں ستر پوشی کی طرف رہنمائی کی گئی۔ارشاد باری ہے:(اے آدم!) جنت میں تم کبھی بھوکے نہ ہوگے اور نہ ننگے، نہ تمہیں پیاس لگے گی اور نہ دھوپ میں تپو گے۔

اور آگاہ کردیا گیا کہ خبردار اس سلسلے میں شیطان کی فریب کاریوں کا شکار نہ ہوجانا، وہ تمہیں انسانیت کی سطح سے گرا کر جانوروں کی طرح ننگا اور بے پردہ کرنے کی کوشش کرے گا،لیکن حضرت آدم اور حوا کو شیطان نے دھوکا دیا اور انہوں نے ممنوعہ درخت کو کھالیا جس کے نتیجے میں جنتی لباس اتار دیا گیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:"شیطان دونوں کو دھوکا دے گیا، جب دونوں نے درخت کا پھل چکھا تو ان کے ستر بے پردہ ہوگئے"۔

لیکن جذبہ حیا اور فطرت کے تقاضوں سے مجبور ہوکر دونوں درخت کے پتوں سے اپنا تن ڈھانکنے لگے۔ارشاد باری ہے:"اور دونوں اپنے اوپر درخت کے پتے چپکانے لگے"۔

حضرت آدم وحوا سے یہ لغزش ہوچکی، اس لئے اب آدم کے بیٹوں اور حوا کی بیٹیوں سے خطاب کرکے فرمایا جارہا ہے کہ تم اب شیطان کے پھندے میں نہ آجانا، کیونکہ وہ تمہارا ازلی دشمن اور لباس انسانیت کو تارتار کرنے والا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

"اے آدم کی اولاد! شیطان تمہیں فتنے میں نہ ڈال دے جیسا کہ اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوادیا، اس طرح کہ دونوں سے ان کا لباس اتروادیا جس سے وہ دونوں بے پردہ ہوگئے۔"

اور بہ طور احسان فرمایا جارہا ہے کہ ہم نے تمہارے لئے ایسے اسباب مہیا کردیئے ہیں کہ جس سے تم زمین میں جاکر

پوشش کا سامان بہم پنچا سکتے ہو، اس لئے اس سمت بے توجہی نہ ہو اور ہمیشہ تن ڈھانکے رہنا۔

''اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو تمہارے ستر کو چھپاتا ہے اور زیب وزینت بھی ہے اور تقوے کا لباس وہی بہتر ہے۔''

حضرت آدم وحوا کے اس واقعے میں بار بار لباس کے تذکرے سے جہاں لباس کی اہمیت، تاکید اور وجوب کی وضاحت ہوتی ہے، اس بات کی طرف اشارہ بھی مقصود ہے کہ شیطان اپنے وسوسوں سے پہلے ''لباس تقویٰ'' سے محروم کردیتا ہے، شرم وحیا کے جوہر کو چھین لیتا ہے، پھر یہ ظاہری لباس ایک بوجھ معلوم ہونے لگتا ہے تا آنکہ مختلف حیلوں اور تدبیروں سے اسے بھی جسم سے علیحدہ کردیتا ہے، معلوم ہوا کہ لباس باطنی (تقویٰ) اور لباس ظاہری میں ایک مضبوط رشتہ ہے، اسی کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے آیت کے آخر میں ﴿ولباس التقویٰ ذلك خیر﴾ کہا گیا۔

حدیث میں مختلف پیرایہ سے لباس کی طرف توجہ دلائی گئی، بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ تنہائی میں بھی بلاضرورت برہنہ ہونا بہتر نہیں تا کہ شرم وحیا انسان کی عادت اور خصلت بن جائے، زبان نبوت سے ارشاد ہوتا ہے:

''لوگو! برہنگی سے بچو، کیونکہ تمہارے ساتھ ایسے لوگ رہتے ہیں جو کبھی تم سے جدا نہیں ہوتے (مراد فرشتے ہیں) سوائے قضاء حاجت اور ہم بستری کے وقت، سو ان سے شرم کرو اور ان کا احترام کرو۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے: ''اپنی شرم گاہ کی حفاظت کر، بجز اپنی بیوی اور لونڈی کے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا، یارسول اللہ! جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ (سفر وغیرہ) میں ہوں تو؟ فرمایا کہ اگر تجھ سے ہوسکتا ہے کہ کوئی نہ دیکھے تو ضرور ایسا کرو، میں نے عرض کیا: جب ہم میں سے کوئی تنہائی میں ہو تب؟ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔''

ضرورت کے وقت حسب ضرورت ستر کھولنے کی اجازت دی گئی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ''جب تم شوہر بیوی کے تعلقات قائم کرنا چاہو تو گدھے کی طرح بالکل ننگے نہ ہوجایا کرو۔'' غسل کے وقت بھی بلاضرورت بے لباس ہونے سے روکا گیا ہے، ارشاد ہوتا ہے: ''جو کوئی اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ غسل خانہ میں بغیر لنگی کے داخل نہ ہو۔''

پوری امت کا اجماع اور اتفاق ہے کہ جسم کے کچھ حصے کو (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے) لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ رکھنا فرض ہے۔ تنہائی میں ستر پوشی ضروری ہے یا نہیں؟ اس مسئلے میں فقہا کی رائیں مختلف ہیں، شافعیہ اور حنفیہ کے یہاں راجح یہ ہے کہ تنہائی اور خلوت میں بھی طبعی اور شرعی ضرورت کے بغیر ستر کھولنا جائز نہیں ہے، جبکہ مالکیہ کے یہاں تنہائی میں ستر پوشی صرف بہتر اور مستحب ہے، اوپر مذکورہ احادیث سے ان لوگوں کے نقطۂ نظر کی تائید ہوتی ہے جو تنہائی میں بھی ستر پوشی کو واجب اور ضروری قرار دیتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جنہیں اللہ نے عقل سلیم سے نوازا ہے اور جن کی فطرت مسخ نہیں ہوئی ہے وہ اگر ان ہدایات وارشادات کا بغور مطالعہ کریں تو بے ساختہ بول اٹھیں گے کہ انسانیت کی اس سے بڑی

کوئی خدمت نہیں ہوسکتی کہ اللہ اور اس کے رسول نے لباس کا حکم دے کر جنسی انارکی اور طوفان بدتمیزی کے ایک بہت بڑے سیلاب پر بند لگادیا ہے، ورنہ اس دنیا کی کیا حالت ہوتی، سوچا نہیں جاسکتا۔

**لباس سے متعلق بنیادی اصول:** اسلام دین فطرت ہے، اس لئے ہر معاملہ میں وہی تعلیم دیتا ہے جو فطرت کے مطابق اور عقل سلیم سے ہم آہنگ ہو، چنانچہ اس نے ستر پوشی کو واجب اور ضروری تو قرار دیا لیکن اس کے لئے کوئی مخصوص وضع قطع متعین نہیں کی، کیونکہ لباس کی ساخت، تراش، خراش اور نوعیت لوگوں کے مزاج و مذاق کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہے۔ موسم، آب و ہوا، جغرافیائی حالات و خصوصیات کے اعتبار سے بھی لباس میں تفاوت ناگزیر ہے، نیز طرز معاشرت، معاشی حالت اور تہذیب و شائستگی بھی لباس پر اثر انداز ہوتی ہے، اس رنگارنگی اور اختلاف کے باوجود لوگوں کو کسی ایک لباس کا پابند بنانا مشکل اور دشوار تو ہے ہی خلاف فطرت بھی ہے، اس لئے اسلام نے کسی خاص لباس کا پابند نہیں بنایا بلکہ اس سلسلے میں چند رہنما اور بنیادی اصولوں پر اکتفا کیا تا کہ تمام لوگ اس اعتبار سے اپنے لباس کی اصلاح کر لیں۔

**واجبی لباس:** کم از کم لباس جو کسی مرد کے لئے ضروری ہے، یہ ہے کہ وہ ناف سے لے کر گھٹنے تک کے حصہ کو چھپالے، حنفیہ کے نزدیک ناف ستر میں داخل نہیں ہے، جبکہ گھٹنا ستر میں شامل ہے، دیگر ائمہ کے یہاں راجح قول کے مطابق ناف اور گھٹنا دونوں ستر میں داخل ہیں ہیں، تاہم اس سے ملے ہوئے حصے کو چھپانا ضروری ہے۔ ایک عورت کے لئے منہ، ہاتھ، پاؤں کے علاوہ بقیہ تمام جسم کو چھپانا ضروری ہے۔ واضح رہے کہ یہ ستر کے احکام ہیں، حجاب اور پردے کی حدود اس سے بھی زیادہ ہیں کہ اجنبی مردوں سے ہاتھ اور چہرہ وغیرہ کو چھپانا بھی ضروری ہے۔

**لباس ساتر:** لباس کے لئے ضروری ہے کہ وہ بدن کو چھپائے، اس قدر باریک اور شفاف نہ ہو کہ کپڑا پہننے کے باوجود برہنہ اور بے لباس معلوم ہو، اس کے اندر سے بدن جھلک رہا ہو، اس کی ساخت اس قدر تنگ اور چست نہ ہو کہ جسم کے نشیب و فراز نمایاں ہوں، حضرت وحیہ کلبیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبطی کپڑے (جسے مصر کے قبطی بنایا کرتے تھے، باریک اور سفید رنگ کا ہوا کرتا تھا) لائے گئے، آپ نے اس میں سے ایک کپڑا مجھے دیا اور فرمایا کہ اس کے دو ٹکڑے کرلو، ایک کی تم قمیص بنالو اور دوسرا ٹکڑا بیوی کو دے دو کہ دوپٹہ بنالے، اور اس سے کہو کہ اس کے نیچے استر لگالے تا کہ بدن نہ جھلکے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے: ''جہنمیوں کے دو گروہ ایسے ہیں جنہیں میں نے دیکھا نہیں، (یعنی وہ اس وقت تک موجود نہیں تھے) ایک وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے، جس کے ذریعے وہ لوگوں کی پٹائی کریں گے۔ (مراد ظالم حکمران ہیں) دوسری وہ عورتیں ہیں جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی مگر ننگی ہوں گی۔ وہ لوگوں کو مائل کریں گی اور خود مردوں کی طرف مائل ہوں گی، ان کے سر اونٹ کے جھکے ہوئے کوہان کی طرح ہوں گے، وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی، داخل ہونا تو دور کی بات ہے، وہ اس کی خوشبو بھی نہیں سونگھ پائیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو بہت دور

دور سے محسوس کی جاسکتی ہوگی۔''

ایک دور تھا کہ محدثین کو اس کی توجیہ کی ضرورت پڑتی تھی کہ ''کاسیات عاریات'' (جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی مگر اس کے باوجود ننگی ہوں گی) سے کیا مراد ہے؟ چنانچہ مختلف توجیہیں ذکر کی گئی ہیں، مگر کسے معلوم کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں اس عہد کو دیکھ رہی تھیں جب اس حدیث کی تشریح کے لئے شرح کی ضرورت نہ ہوگی، لوگوں کی عملی زندگی اس کی سراپا تفسیر بن جائے گی، عہد حاضر میں ''کاسیات عاریات'' کا نمونہ ہر شاہراہ پر آپ کو مل جائے گا۔

**ریشم اور سونے کا استعمال:** مرد و عورت دونوں کی جنس الگ ہے، دونوں کی جسمانی ساخت میں تفاوت ہے، ہر ایک کا میدان عمل جدا جدا ہے، دونوں کے ذہن و مزاج میں فرق ہے، ایک ''خاتون خانہ'' ہے جو گھر کے لئے باعث زیب و زینت ہے تو دوسرے کے لئے فکر معاش کے لئے بادیہ پیمائی، ایک کی زندگی کی انتہا گھر کی چہار دیواری ہے تو دوسرے کے لئے کائنات کی شش جہات، اس فطری اور طبعی فرق کی بنا پر اسلام نے دونوں کے لباس میں بھی فرق رکھا ہے، مرد کو زیورات اور ریشمی لباسوں کی اجازت نہیں دی کیونکہ اس کا اصل جوہر مردانگی، جرات و بہادری، طاقت وقوت ہے، عیش پرستی اور آرائش وزیبائش مرد کی مردانگی کو گھن کی طرح چاٹ جاتی ہے، جس قوم کے مردوں میں یہ رجحان پیدا ہو جائے وہ صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹادی جاتی ہے۔

زیب وزینت اور آرائش کے سامانوں میں سونے، چاندی اور ریشم کو اس ترقی یافتہ دور میں بھی ایک نمایاں مقام حاصل ہے، اور واقعہ ہے کہ یہ چیزیں عورتوں ہی کو زیب دیتی ہیں، اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سختی سے مردوں کے لئے ریشمی لباس اور سونے چاندی کے استعمال سے منع فرمایا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کو اپنے داہنے ہاتھ میں اور پر سونے کو بائیں ہاتھ میں لے کر فرمایا: ''یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں، اور عورتوں کے لئے حلال ہیں۔''

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا میں ریشمی لباس وہی پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے: ''جو کوئی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ریشمی لباس اور سونا استعمال نہ کرے۔''

سونا مردوں کے لئے بالکل حرام ہے، خواہ کم ہو یا زیادہ، لیکن چاندی میں انگوٹھی کی حد تک اجازت ہے، بشرطیکہ اس کا وزن ایک مثقال (تقریباً چار گرام) سے کم ہو۔

ریشم کے بارے میں قدرے تفصیل ہے، اگر تانا ریشم نہ ہو اور بانا ریشم ہو اس کی اجازت ہے، ایسے ہی ریشمی نقش ونگار کا کپڑا پہننے کی بھی گنجائش ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ''اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالص ریشمی کپڑے سے منع فرمایا ہے۔'' اگر نقش ونگار ریشم کا ہو، یا تانا سوت کا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ خالص ریشم کی مقدار چار انگل کے بہ قدر ہو تو اس کی اجازت

ہے، حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ ''اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو، تین، چار انگل ریشم کی اجازت دی ہے۔'' سونا، چاندی اور ریشم جس طرح سے بڑوں کے لئے ناجائز ہے، بچوں کے لئے بھی حرام ہے اور پہنانے والا گنہگار ہوگا، کیونکہ حدیث میں ''ذکور'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو بالغ و نابالغ ہر ایک کو شامل ہے، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل سے بھی یہی ثابت ہے، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم ریشمی کپڑے بچوں کے اوپر سے اتار لیتے تھے اور بچیوں پر چھوڑ دیتے۔ حضرت حذیفہؓ ایک مرتبہ سفر سے آئے دیکھا کہ ان کے بچے ریشمی لباس پہنے ہوئے ہیں، سو آپ نے لڑکوں کے لباس کو پھاڑ دیا اور بچیوں کو چھوڑ دیا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی اسی طرح کا واقعہ منقول ہے۔

**غیروں سے مشابہت:** اسلام یہ چاہتا ہے کہ اس کے پیروکار حق کے پرستار، رفتار و گفتار، معاشرت و کردار، لباس و پوشاک، حجاب و نقاب، چال چلن، رہن سہن میں نمایاں اور ممتاز ہوں، خالص اسلامی تہذیب و تمدن کے حامل ہوں، غیروں میں مل کر وہ اپنی حیثیت عرفی کو نہ گنوا بیٹھیں، اپنی شناخت اور پہچان برقرار رکھیں، اس لئے حدیث میں بڑی شدت سے غیر قوموں کے مشابہ ہونے کو منع کیا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوٹوک لفظوں میں فرمایا: ''جو کسی قوم کی مشابہت کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے۔''

ایک اور موقع پر ارشاد ہوتا ہے: ''جو دوسروں کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں، اس لئے یہود و نصاریٰ سے مشابہت اختیار نہ کرو۔''

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''راہبوں کی وضع قطع سے احتراز کرو، جو کوئی ان کے لباس کو اختیار کرتا ہے یا تشبہ کرتا ہے وہ مجھ سے نہیں ہے۔''

اسلام اس معاملے میں بڑا حساس واقع ہوا ہے، اس لئے ذخیرۂ حدیث میں ہمیں اس طرح کے بہ کثرت الفاظ ملتے ہیں کہ یہود کی مخالفت کرو، نصاریٰ کی مخالفت کرو، مجوس کی مخالفت کرو، یعنی ان کا طریقۂ زندگی نہ اختیار کرو، یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ کسی معاندانہ جذبے کے زیر اثر ہے، اور نہ اس میں کسی قومی و نسلی احساس برتری اور عصبیت کو دخل ہے، بلکہ اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ ظاہری مشابہت اور موافقت کا اثر ظاہر تک محدود نہیں رہتا بلکہ وہ انسان کے دل تک سرایت کر جاتا ہے، اور رگ و ریشے میں پیوست ہو جاتا ہے، اگر کفار و مشرکین سے ظاہری یک رنگی اور ہم آہنگی اپنی جگہ محدود رہتی تو شریعت میں ان کی مخالفت کی اتنی شدت نہ ہوتی بلکہ یہاں تو اس کا معاملہ الٹا ہے کہ یہ ہم نوائی جہاں ظاہر کو گندہ کرتی ہے وہیں باطن کو بھی آلودہ کر دیتی ہے اور دل کی گندگی اسلام کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا، کیونکہ اس کی اصلاح کا مرکز دل ہی تو ہے۔

لیکن ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اولاد آدم میں باہم بہت سی چیزیں مشترک ہیں، اس لئے ہر بڑی چھوٹی چیز میں امتیاز ہونا مشکل اور دشوار ہے، اس لئے ضروری ہے کہ مشابہت کی حدیں واضح کر دی جائیں تاکہ مسئلہ کی مکمل

وضاحت ہوسکے، ممنوع مشابہت کی عمومی طور سے چار صورتیں ہوسکتی ہیں:

**(۱)...... مذہبی تشبہ:** کسی قوم کے مذہبی شعار اور طور طریقے کو اختیار کرنا، مثلاً زنار پہننا، صلیب لٹکانا، قشقہ لگانا وغیرہ، یہ بہرطور ناجائز حرام ہے، اور تشبہ کی بدترین شکل ہے، فقہانے ایسے شخص کے بارے میں کفر کا حکم لگایا ہے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ اور مجوسیوں کی ٹوپی پہننے کی وجہ سے تکفیر کی جائے گی، مگر یہ کہ ضرورت کی بنا پر سردی وگرمی سے بچنے کے لئے لگائے، ایسے ہی زنار باندھنے کی وجہ سے بھی تکفیر کی جائے گی مگر یہ لڑائی میں تدابیر اور مسلمانوں کے لئے جاسوسی کی غرض سے ایسا کرے۔

**(۲)...... صنفی تشبہ:** مرد کو عورت کی ہیئت اپنانا یا عورت کو مرد کی شکل وصورت اختیار کرنا، مشابہت کے مفہوم میں بات چیت، چال، چلن، لباس وپوشاک سب شامل ہیں، شریعت ایسے لوگوں کو قابل لعنت ٹھہراتی ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی وضع اختیار کرتی ہیں، اور ان مردوں پر بھی لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔'' حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو زنانہ لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر بھی جو مردانہ لباس پہنتی ہے۔''

**(۳)...... قومی تشبہ:** ان چیزوں کو اختیار کرنا، جو کسی قوم کے ساتھ خاص ہوں، مثلاً کوٹ پتلون کسی زمانے میں انگریزوں کا قومی لباس تھا، یا جیسے مخصوص وضع کی دھوتی ہندوؤں کا مخصوص لباس ہے، کسی دوسرے قوم کے مخصوص پہناوے کو اپنانا مکروہ اور ناجائز ہے، لیکن یہ کراہت اسی وقت تک ہے جب تک خصوصیت باقی رہے، عموم پیدا ہوجانے کے بعد یہ کراہت ختم ہوجائے گی، حضرت تھانویؒ لندن میں انگریزی لباس پہننے کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''میں اس باب میں یہ سمجھے ہوا ہوں کہ جس جگہ یہ لباس قومی ہے جیسے ہندوستان میں، وہاں پہننا من تشبہ بقوم فھو منھم میں داخل ہے، اور جہاں ملکی ہے جس کی علامت یہ ہے کہ وہاں سب قومیں اور سب مذاہب کے لوگ ایک ہی لباس پہنتے ہیں وہاں پہننا کچھ حرج نہیں۔

**(۴)...... تشبہ بالفساق:** جو لباس فساق وفجار، بددین وبدکار لوگ پہنا کرتے ہیں اسے اپنانا بھی کراہت سے خالی نہیں، لیکن یہ حکم بھی اسی وقت ہے جب تک کہ ان کے ساتھ مخصوص ہو، دیکھنے والا اس پس وپیش میں پڑ جائے کہ یہ شخص بھی غلط کاروں کے گروہ کا ایک فرد ہے۔

مذکورہ صورتوں کے علاوہ بقیہ چیزوں میں تشبہ اختیار کرنا ممنوع نہیں ہے بشرطیکہ شریعت میں صراحتاً اس کی ممانعت نہ آئی ہو، مثلاً سلام کے لئے ہاتھ اٹھانے کی ممانعت آئی ہے، کیونکہ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔ اب اگر یہ قومی مشابہت باقی نہ رہے، عمومیت اختیار کرجائے پھر بھی یہ جائز نہ ہوگا، واضح رہے کہ اگر دور ہونے کی وجہ سے زبان سے السلام علیکم کہہ کر ہاتھ سے اشارہ کردے تو جائز ہے، بلاضرورت صرف ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا منع ہے۔

**کپڑے کا رنگ:** واقعہ ہے کہ لباس کے مسئلے میں رنگ کی کوئی قید نہیں، شریعت نے کسی خاص رنگ کے کپڑے کا پابند نہیں بنایا ہے، سرخ اور معصفر (زعفران سے رنگے ہوئے) کپڑے کے علاوہ ہر رنگین کپڑے استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ان دو رنگوں سے ممانعت کی وجہ بھی خود رنگ نہیں بلکہ خارجی اسباب ہیں، مثلاً عورتوں یا کفار سے مشابہت، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو معصفر رنگ کے کپڑے پہننے منع کرتے ہوئے فرمایا:"یہ کافروں کے کپڑے ہیں ان کو مت پہنو۔"

ایک صاحب کو زعفرانی کپڑا پہنے ہوئے دیکھ کر فرمایا: أأنك امرأة؟ کیا تو عورت ہے؟ عورتوں کے لئے ان دونوں رنگوں کی بھی اجازت ہے، ایک طویل حدیث کا آخری ٹکڑا "معصفر" میں یہ ہے:"کیوں نہ اسے اپنے گھر والوں میں سے کسی کو دے دیا کہ وہ عورتوں کے لئے جائز ہے۔"

البتہ عدتِ وفات کے ایام میں معصفر زعفرانی اور سرخ نیا لباس ان کے لئے بھی ممنوع ہے، ہندیہ میں ہے: "خوشبودار معصفر، سرخ اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا (عدت وفات میں جائز نہیں) الا یہ کہ وہ کپڑا دھلا ہوا ہو، زعفران اس سے نہ جھڑتا ہو۔شمس الائمہ کہتے ہیں کہ مذکورہ کپڑوں سے مراد وہ ہے جو نیا اور قابل زینت ہو، اگر پرانا ہو، باعث زیبائش نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔"

ذیل میں چند ایسے رنگین کپڑوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن کا استعمال خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

(۱)......سبز لباس جنتیوں کی پوشش ہے، اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرے رنگ کے کپڑے پسند تھے اور آپ نے اسے پہنا بھی ہے، حضرت ابو رمثہ فرماتے ہیں کہ میں نے جسم مبارک پر دو سبز چادریں دیکھیں، حضرت یعلی بن امیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادر میں حرم کا طواف کر رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل کے پیش نظر فقہا لکھتے ہیں کہ سبز لباس مسنون ہے۔

(۲)......سیاہ رنگ کا لباس بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا ہے، چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سیاہ اون کا ایک جبہ بنایا اور آپ نے اسے پہنا، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے، ان احادیث کے مطابق سیاہ رنگ کا لباس بھی مستحب ہے، لیکن میت پر بہ طور اظہار غم سیاہ کپڑے کا استعمال جائز نہیں۔

(۳)......زعفران کے علاوہ دیگر رنگ کے زرد کپڑے پہننا جائز ہے اور نوویؒ کے بہ قول اس میں کسی کا اختلاف نہیں، ان کے الفاظ ہیں:"سفید، سرخ، پیلا، سبز، دھاری دار اور دیگر رنگ کے لباس کا پہننا جائز ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں، اور نہ ہی کوئی کراہت ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ پیلا رنگ استعمال کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رنگ کے کپڑا رنگتے ہوئے دیکھا ہے، ابوداؤد اور ترمذی نے صحیح سند سے حضرت ابو رمثہؓ سے نقل کیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو پیلے کپڑے زیب تن کئے ہوئے تھے۔

(۴)...... دھاری دار سرخ کپڑا باتفاق جائز ہے، خالص سرخ رنگ کے کپڑے کے سلسلے میں فقہا کے درمیان قدرے اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے یہاں جائز ہے، بعض احناف اور حنابلہ کے نزدیک ناجائز ہے، یہ لوگ درج ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں:

(۱)...... حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ اللہ کے رسول کے پاس سے ایک آدمی گزرا جو سرخ کپڑے میں ملبوس تھا، اس نے آپ کو سلام کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب نہیں دیا۔

(۲)...... ایک سفر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواریوں پر سرخ چادریں دیکھ کر فرمایا کہ کیا میں نہیں دیکھ رہا ہوں کہ یہ سرخ رنگ تم میں رواج پاتا جارہا ہے، راوی کہتے ہیں کہ ہم نے جلدی جلدی اسے سواریوں سے اتارنا شروع کیا، یہاں تک کہ ہمارے بعض اونٹ بدک گئے۔

(۳)...... بنو اسد کی ایک صحابیہ نقل کرتی ہیں کہ میں زینب ام المومنینؓ کے پاس تھی اور ان کے کپڑے میں سرخی چڑھا رہی تھی کہ اچانک نبی صلی اللہ علیہ وسلم آگئے لیکن جب سرخ رنگ دیکھا تو لوٹ کر چلے گئے، جب زینب رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو اس کپڑے کو دھو دیا اور سرخی کو چھپا دیا۔

(۴)...... سرخی شیطان کی زینت ہے اور شیطان اسے پسند کرتا ہے۔

جن احادیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سرخ رنگ کا استعمال منقول ہے اس سے دھاری دار سرخ کپڑا امراد ہے، کیونکہ حدیث میں "برد" اور "حلہ" کا لفظ آیا ہے جس سے مراد یمنی چادر ہے اور یمنی چادر خالص سرخ نہیں ہوتی۔

جو حضرات خالص سرخ کو بھی جائز قرار دیتے ہیں وہ ان احادیث کو استدلال میں پیش کرتے ہیں جن میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "حلہ حمراء" اور "برد احمر" (سرخ چادر) کو استعمال کیا ہے، مثلاً حضرت براء بن عازبؓ کی یہ حدیث کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ چادر میں ملبوس دیکھا، اور حضرت جابر کی یہ روایت کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا، میں کبھی اللہ کے رسول کو دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف اس وقت آپ سرخ چادر اوڑھے ہوئے تھے، تو مجھے آپ چاند سے زیادہ خوب صورت معلوم ہوئے، نیز ابوداؤد میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں خطبہ دے رہے تھے اور اس وقت جسم مبارک پر سرخ چادر تھی۔ (یعنی اس میں سرخ دھاریں تھیں)۔

جن روایتوں میں ممانعت آئی ہے وہ ضعف سے خالی نہیں ہیں، علاوہ ازیں وہ صریح بھی نہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ سرخ سے مراد "معصفر" سے رنگا ہوا سرخ کپڑا مراد ہو، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول پہلی حدیث کی بعض سندوں میں صراحت ہے کہ وہ رنگ "معصفر" تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ سرخ رنگ کا استعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، رہا اسے دھاری دار پر محمول کرنا تو یہ قول علامہ مناوی صرف دعویٰ ہے جس کے پس پشت کوئی دلیل نہیں، تاہم دلائل سے قطع نظر چونکہ آج کے دور میں مکمل سرخ میں عورتوں سے مشابہت ہے، نیز اہل وقار کے لباس میں بھی شامل نہیں، اس لئے یک گونہ کراہت تنزیہی ضرور پیدا ہو جائے گی۔ طبری کی یہ بات قابل ملاحظہ ہے:

''میں ہر رنگ کے کپڑے کو جائز سمجھتا ہوں البتہ مکمل سرخ رنگ کے کپڑوں کو ناپسند کرتا ہوں، اس لئے کہ یہ ہمارے زمانے میں اہل وقار کا لباس نہیں، اور جب تک گناہ کے دائرہ میں نہ آتا ہو صاحب وقار لوگوں کی وضع اختیار کرنی چاہئے۔''

باوجود یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف رنگ کے لباس کا استعمال منقول ہے تاہم سفید لباس آپ کو بہ طور خاص پسند تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''سفید کپڑا پہنو کیونکہ وہ بہترین لباس ہے۔''

**متکبرانہ لباس:** لباس سے متعلق یہی چند رہنما اور بنیادی اصول ہیں جو مذکور ہوئے، اگر کوئی ان اصولوں کو اپنا لیتا ہے تو اسلام کا منشا پورا ہو جائے گا، تاہم لباس سے ہٹ کر خود پہننے والے کے اپنے حالات بھی ہیں۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ اس کے پیروکار میں ''عبدیت'' و بندگی کی شان نمایاں رہے، وہ خدا کی زمین پر بندہ بن کر رہے، غرور، تکبر، گھمنڈ، خود پسندی و خود نمائی سے کنارہ کش رہے، تواضع، انکساری اور فروتنی اس کی عادت و فطرت بن جائے، تواضع اور کبر کا تعلق تو دل سے ہے، لیکن لباس و پوشاک اور رفتار و گفتار اس کے آئینہ دار ہیں، اس لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے متکبرانہ لباس کی ممانعت فرمائی ہے۔ ارشاد ہے: ''کھاؤ اور پیو، صدقہ و خیرات کرو، اور کپڑے پہنو، بشرطیکہ فضول خرچی اور تکبر کی آمیزش نہ ہو۔''

عربوں میں یہ طریقہ رائج تھا کہ وہ کپڑا اس طرح پہنتے تھے کہ اس کا کچھ حصہ زمین پر گھسٹتا تھا۔ اس طرح کی پوشش کو بڑائی کا ذریعہ سمجھتے تھے، گویا وہ متکبرین کے فیشن میں داخل تھا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سخت وعید اس کے لئے بیان فرمائی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اپنے کپڑے تکبر سے گھسیٹے ہوئے چلے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر بھی نہیں اٹھائیں گے۔'' نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کپڑے کی آخری حد زیادہ سے زیادہ ٹخنوں تک ہے اور اس سے زیادہ ہو وہ جہنم میں ہے، (یعنی اس کی سزا جہنم ہے)''

واضح رہے کہ یہ وعید مردوں کے لئے ہے، عورتیں اس میں شامل نہیں، ان کے لئے ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانا جائز ہے۔

تکبر کی وجہ سے ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانا حرام تو ہے ہی لیکن اگر کبر نہ ہو تو بھی کراہت سے خالی نہیں، لیکن یہ بھی پیش نظر رہے کہ بلا عذر جو لوگ ٹخنے سے نیچے لٹکتے ہوئے لباس پہنتے ہیں، اگر معلوم کیا جائے تو ان میں خود پسندی اور بڑائی کی خوشبو ضرور پائی جاتی ہے، شیخ ابن عربیؒ نے بہت سچ اور حق بات کہی ہے: ''کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ کپڑے کو ٹخنے سے نیچے لٹکائے اور کہے کہ میں غرور کی وجہ سے نہیں گھسیٹ رہا ہوں، اس لئے ممانعت لفظوں کے اعتبار سے اس

صورت کو بھی شامل ہے اور جائز نہیں ہے کہ جسے لفظ حکمی طور پر شامل ہو کہ کپے میں اس کا پابند نہیں کیونکہ وہ وجہ مجھ میں نہیں، سو یہ دعویٰ نا قابل تسلیم ہے، بلکہ اس کا کپڑے کے دامن کو طویل رکھنا ہی تکبر کی علامت ہے۔"

اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کپڑے لٹکانے سے احتراز کرو کیونکہ وہ تکبر کی وجہ سے ہے۔"

**لباسِ شہرت:** شہرت پسندی اور جذبہ نمود و نمائش بھی ایک بری عادت ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہرت کے کپڑوں سے منع فرمایا، آگاہ کیا کہ جو شخص دنیا میں شہرت کا لباس پہنتا ہے اللہ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے۔ پھر اس میں آگ بھڑکائی جائے گی۔

"لباس شہرت" سے مراد وہ کپڑا ہے جو بطور تفاخر اور شان و شوکت و خوش حالی کے نمائش کے جذبے سے پہنا جائے، جسے پہن کر دوسروں پر بڑائی جتانا مقصود ہو، ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی خواہش کی کارفرمائی ہو، جس کا مقصد معاشرے میں اپنے آپ کو ممتاز کرنا، اس لئے لباس شہرت کا مصداق قیمتی اور بہترین کپڑا ہی نہیں بلکہ وہ گدڑی بھی ہے جسے اس غرض سے پہنا جائے کہ لوگ مجھے پہنچا ہوا بزرگ سمجھیں، لوگوں کی نگاہیں میری طرف اٹھیں۔ علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں کہ جب کپڑا لوگوں میں مشہور ہونے کی نیت سے پہنا جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ قیمتی لباس ہو یا گھٹیا، عمومی پہناوے سے ہم آہنگ ہو یا نہ ہو، اس لئے کہ حرمت، شہرت سے متعلق ہے اور اس میں معتبر نیت ہے گو وہ ظاہر کے مطابق نہ ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ شہرت پسندی اور ریاکاری کا تعلق دل سے ہے، اور دل کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اس لئے روا نہیں کہ ہم کسی کے کپڑے کو شہرت اور نمود و نمائش کا لباس کہہ کر انگلی اٹھائیں۔ غرض کہ لباس میں آسائش اور آرائش کا خیال رکھنا درست ہے، نمائش درست نہیں۔

**بے ڈھنگا اور میلا لباس:** لباس کی ہیئت اور ساخت ایسی ہونی چاہئے جسے پہن کر انسان باوقار معلوم ہو، اس میں سنجیدگی اور متانت ہو، دیکھنے میں بھلا اور آراستہ معلوم ہو، بے تکا اور بے ڈھب نہ ہو، ایسے لباس سے بچنا چاہئے جس سے مضحکہ خیز صورت بنتی ہو، لباس سے مقصود ہی دو چیزیں ہیں، ستر پوشی اور زینت و آرائش۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اے انسانو! ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا جو تمہارے لئے ستر پوشی اور سامان زینت ہے۔"

اگر اللہ نے وسعت اور فراوانی دی ہے تو عمدہ اور بہتر لباس استعمال کرنا چاہئے، پھٹے حال رہنا مناسب نہیں، زیب و زینت خدا پرستی اور دین داری کے منافی نہیں، خود اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیش قیمت لباس استعمال کئے ہیں، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اللہ پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کے انعام و احسان کے آثار ظاہر ہوں۔"

(جاری ہے)